بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ عزوجل

بلاد کفار میں نماز جمعہ وعیدین کا حکم

انگلینڈ،امریکہ ویورپ اور کفار کے دیگر ممالک میں رہنے والوں مسلمانوں کی نمازجمعہ وعیدین کا شرعی حکم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ کیا بلاد کفار میں جمعہ وعیدین کی نماز پڑھنا اور پڑھانا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

سائل: علامہ محمد حسن رضا مدرس جامعۃ المدینہ گلستان جوہر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

امام اہلسنت اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کے نزدیک ان بلاد کفار میں جہاں کسی زمانے میں بھی اسلامی سلطنت نہ رہی ہو جمعہ وعیدین کی نماز جائز نہیں ہے اگرچہ وہ کفار شعائر اسلامی سے نہ روکتے ہوں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جہاں اسلامی سلطنت کبھی نہ تھی نہ اب ہے وہ اسلامی شہر نہیں ہو سکتے نہ وہاں جمعہ وعیدین جائز ہوں اگرچہ وہاں کے کافر سلاطین شعائر اسلامیہ نہ روکتے ہوں اگرچہ وہاں مساجد بکثرت ہوں اذان واقامت جماعت علی الاعلان ہوتی ہو اگرچہ عوام اپنے جہل کے باعث جمعہ وعیدین بلا مزاحمت ادا کرتے ہوں جیسے کے روس، فرانس، جرمن و پرتگال وغیرہ۔ اکثر بالکل شاید کل سلطنت ہائے یورپ کا یہی حال ہے یونہی پہلے اگر سلطنت اسلامی تھی پھر کفار نے غلبہ کیا اور شعائر کفر جاری کر کے تمام شعائر اسلام یکسر اٹھا دیئے تو اب وہ شہر بھی اسلامی نہ رہے اور جب تک پھر از سر نو ان میں سلطنت اسلامی نہ ہو وہاں جمعہ وعیدین جائز نہیں ہو سکتے اگرچہ کفار غلبہ یافتہ ممانعت کے بعد پھر بطور خود شعائر اسلام کی اجازت دے دیں خواہ ان کافروں سے دوسرے کافر چھین کر اجرائے شعائر اسلام کر دیں کہ کوئی غیر اسلامی شہر مجرد جریان شعائر اسلام سے اسلامی نہیں ہو جاتا ہاں اگر اسلامی سلطنت کے کسی کافر صوبے نے بغاوت کر کے کسی اسلامی شہر پر تسلط کیا اور شعائر اسلام بالکل اٹھا دیئے مگر وہ صوبہ چار طرف سے سلطنت

اسلامیہ میں محصور ہے تو وہ شہر اسلامی شہر رہیگا اگر چہ کافر نے شعائر اسلام یکسر اٹھا دیئے مگر چار سمت سے سلطنات اسلامیہ میں محصور ہونے کے باعث ان کی یہ تاریک حالت محض عارضی ہے۔

﴿فتاوی رضویہ ج3 ص716﴾

صدرالشریعہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی پر جزم فرمایا۔

"جو جگہ دارالحرب ہے وہ دارالسلام اس وقت ہوگی کہ مسلمانوں کے قبضے میں آجائے اور وہاں احکام اسلام جاری ہو جائیں۔

﴿بہار شریعت ج1 ح9 ص78﴾

اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کی تائید تاتارخانیہ کی اس عبارت سے ہوتی ہے

اجمع العلماء ان دارالحرب عند ظهو رالمسلمين عليها تصير دارا لاسلام باجراء احكام فيها على الا شهاد

﴿تاتارخانیہ مکتبہ ادارۃ القرآن کراچی ج5 ص323﴾

"یعنی علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ دارالحرب مسلمانوں کے ظہور کے وقت کھلے عام احکام جاری کرنے کے ساتھ دارالاسلام ہو جاتا ہے"

مگر شمس الائمہ سرخسی علیہ الرحمہ نے دارالحرب کی جو تعریف بیان فرمائی ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دارالسلام ہونے کیلئے ضروری نہیں کہ وہاں کبھی ماضی میں اسلامی سلطنت بھی رہی ہو آپ فرماتے ہیں:-

والحاصل ان عند ابى حنيفة رحمه الله تعالى انما تصير دارهم دارالحرب بثلا ث شرا ئط أحد ها ا ن تكو ن متا خمة أرض الترك ليس بينهما وبين ارض الحرب داراللمسلمين والثانى ان لا يبقى فيها مسلم اٰمن بايما نه ولا ذمى اٰمن بايمانه وا لثالث ان يظهر احكام الشرك فيها

﴿المبسوط مطبوعہ بیروت ج10 ص116﴾

خلاصہ یہ ہے کہ: امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک دارالحرب کی تین شرطیں ہیں۔ایک یہ کہ اس پورے علاقے میں کافروں کی حکومت ہواور درمیان میں مسلمانوں کا کوئی ملک نہ ہو دوسری یہ کہ اسلام کی وجہ سے کسی مسلمان کی جان مال اور عزت محفوظ نہ ہواسطرح ذمی بھی محفوظ نہ ہوتیسری شرط یہ ہے کہ اس میں شرک کے احکام ظاہر ہوں۔علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے دارالحرب کی جو تیسری شرط بیان فرمائی اس کے تحت علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

و فی الشرح دررالبحار قال بعض المتاخرین اذاتحققت تلک الامور الثلاثة فی مصر المسلمین ثم حصل لا هله الامان و نصب فیه قاض مسلم ینفذ احکام المسلمین عاد الی دارالالسلام:

دررالبحار کی شرح میں ہے کہ بعض متأخرین نے فرمایا کہ جب مسلمانوں کے شہر میں یہ تین امو رتحقق ہو جائیں پھر اس میں رہنے والوں کوامن حاصل ہواور مسلمان قاضی بھی مقرر کیا گیا ہو جو مسلمانوں کے احکام نافذ کیلئے تو وہ شہر دارالسلام ہو جائیگا۔"

آگے فرماتے ہیں کہ:-

ای علی الاشتهار وان لایحکم فیها بحکم اهل الاسلام (هندیة) و ظاهر ه انه لو اجریت احکام المسلمین واحکام اهل الشرك لا تکون دارحرب۔

یعنی شرک کے احکام مشہور ہوں اور اس میں اہل اسلام کا کوئی حکم نافذ نہ کیا جائے (ھندیہ) اور ظاہر یہ ہے کہ اگر اسمیں مسلمانوں اور مشرکوں دونوں کے احکام جاری ہوں تو پھر وہ دارالحرب نہیں ہوگا۔

﴿ردالمختار المکتبۃ التجاویۃ بیروت ج4 ص355﴾

اسی طرح علامہ علاؤ الدین حصکفی علیہ الرحمۃ نے بھی دارالاسلام ہونے کیلئے مجرد شعائر اسلامیہ کے جریان کی شرط بیان فرمائی ہے آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

(ودارالحرب تصير دارالاسلام باجراء احكام اهل الاسلام فيها)كجمعة وعيد (و ان بقيى فيها كافراصلى و ان لم تتصل بدار الاسلام)درر ﴿الدرالمختار ج4ص 356﴾

''اگر دارالحرب میں اسلام کے احکا م جاری کر دیئے جائیں تو وہ دارالاسلام بن جاتا ہے مثلاً جمعہ اورعیدین پڑھائی جائیں خواہ اس میں کافراصلی باقی رہےاورخواہ وہ علاقہ دارالاسلام سے متصل نہ ہو۔''

علامہ عبداللہ تمرتاشی نے تنویرالابصار میں ملاخسرورحمتہ اللہ نے درر میں صاحب غرر کی اسی بات کوقائم رکھا۔علامہ سیداحمد طحاوی رحمہ اللہ صاحب درالمختار کی مذکورہ بالاعبارت کے تحت بیان فرمایا کہ

و دارالحرب تصير دارسلام بزوال بعض القرائن وهو ان تجرى فيها احكام اهل الاسلام و ذكر التمرتاشى فى واقعاته انماصارت دارالاسلام بهذه الاعلام الثلاثه فلا تصير دارالحرب مابقى منه شئ وذكر الامام ناصرالدين فى المنشور ان دارالاسلام صارت دارالاسلام ماجرى احكام الاسلام فما بقيت علقة من علائق الاسلام يترجح جانب الاسلام ۔

﴿طحاوی علی الدرالمختار ۔المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ج2 ص461﴾

''اوردارالحرب بعض قرائن کے زوال کے ساتھ دارالاسلام ہوجائیگا وہ اس طرح سے کہ اس میں اہل اسلام کے احکام جاری ہواجائیں اورالامثی نے اپنی کتاب واقعات میں فرمایا کہ وہ جگہ دارالاسلام ان تین علامتوں کیوجہ سے ہوجائیگی اور جب تک ان میں سے کوئی ایک چیز بھی باقی رہے گی وہ جگہ دارالحرب نہیں بنے گی اورامام ناصرالدین نے منشور میں ذکر کیا کہ دارالسلام اسلام کے احکام کے جراء کے ذریعے دارالاسلام ہو جائیگا اور جب تک اس میں اسلام کے متعلق احکام میں سے کوئی بھی حکم باقی رہیگا تو جانب اسلام کو ہی ترجیح ہوگی۔''

فتاوی ھندیہ میں ہے کہ :-

اعلم ان دارالحرب تصیر دارالاسلام بشرط واحد وهو اظهار حكم الاسلام فيها۔

﴿فتاوی عالمگیریہ ج2ص332﴾

’’تو جان لے کہ دارالحرب ایک ہی شرط کے ساتھ دارالسلام ہو جائیگا اور وہ شرط دارالحرب میں حکم اسلام کا ظاہر کرنا ہے۔‘‘

اسی طرح اگر دارالاسلام تینوں شرائط پائے جانے کی وجہ سے دارالحرب ہو جائے تو اعلحضرت علیہ الرحمہ کے نزدیک اسے واپس دارالاسلام بننے کیلئے مسلمانوں کا غلبہ ہونا ضروری ہے۔ مجرد شعائر اسلامیہ مثلاً جمعہ وعیدین کی اقامت جماعت کی اجازت سے دارالاسلام نہیں بنے گا مگر علامہ شامی رضی اللہ عنہ نے شرح درر البحار کے حوالے سے لکھا ہے کہ:-

قال بعض المتاخرين اذاتحققت تلك الامور الثلاثة فى مصر المسلمين تم حصل لا هله الامان و نصب فيه قاض مسلم ينفذ احكام المسلمين عاد الى دارالالسلام:

درر البحار کی شرح میں ہے کہ بعض متأخرین نے فرمایا کہ جب مسلمانوں کے شہر میں یہ تین امور متحقق ہو جائیں پھر اس میں رہنے والوں کو امن حاصل ہو اور مسلمان قاضی بھی مقرر کیا گیا ہو جو مسلمانوں کے احکام نافذ کیلئے تو وہ شہر دارالسلام ہو جائیگا۔‘‘

مذکورہ بالا اقوال کی تائید اس قول سے بھی ہوتی ہے جسے علامہ عالم بن العلاء الانصاری الندر پتی نے تاتارخانیہ میں بحوالہ تجنیس ناصری اور علامہ شامی علیہ الرحمہ نے بحوالہ جامع الفصولین نقل فرمایا

كل مصر فيه وال مسلم من جهة الكفار يجوز منه اقامة الجمع والاعياد و اخذ الخراج و تقليد القضاء و تزويج الايامى لاستيلاء المسلم عليهم اما طاعة الكفرة فهى موادعة و مخادعة و امافى بلاد عليها ولاة كفار فيجوز للمسلمين اقامة الجمع والاعياد و يصير القاضى قاضيا بتراضى المسلمين و يجب عليهم طلب

وال مسلم

﴿الفتاویٰ التاتاخانیہ ادارۃ القرآن کراچی ج۵ص ۳۲۶، ردالمحتار المکتبۃ التجاریہ بیروت ج۴ ص ۳۵۶﴾

''ہر وہ شہر کہ جس میں کافروں کی طرف سے مسلمان والی ہو تو اس کی اجازت سے جمعہ وعیدین قائم کرنا جائز ہے اسی طرح خراج وصول کرنا اور قاضی مقرر کرنا اور بیواؤں کی شادیاں کرانا بھی جائز ہے اسلیئے کہ ان پر مسلمان والی ہے اور جہاں تک کافروں کی اطاعت کا تعلق ہے تو یہ صلح کرنے کے لئے اور تدبیر کرنا ہے اور وہ شہر جن پر کافر والی مقرر کئے گئے ہیں تو ان میں بھی مسلمانوں کے لئے جمع وعیدین قائم کرنا جائز ہے۔اور مسلمانوں میں سے مسلمانوں ہی کی رضا سے کوئی ایک شخص قاضی ہو جائے گا اور ان پر مسلمان والی کا طلب کرنا واجب ہے۔''

مذکورہ بالا دلائل سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ فقہائے کرام اس جانب گئے ہیں جسے امام اہلسنت رضی اللہ عنہ نے اختیار فرمایا اور کچھ اس جانب گئے ہیں جو کہ فتاویٰ ہندیہ میں سے مذکور ہے

چنانچہ پہلے قول کے مطابق مغربی مما لک کہ جن پر کبھی بھی مسلمانوں کا قبضہ نہ رہا ہو ان میں جمعہ وعیدین جائز نہیں ہے اگر دوسرے قول کے مطابق ان ملکوں میں نماز جمعہ وعدین ادا کرنا جائز ہے کیونکہ وہاں مسلمانوں کو شعائر اسلامیہ سے نہیں روکا جاتا اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کے پہلے قول کو اختیار کرنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ معاملہ عام نہیں تھا بلکہ کہیں کہیں عوام جمعہ وعیدین منعقد کرالیا کرتے تھے جیسا کہ ان کی عبارات سے ظاہر ہے۔

مگر ہمارے زمانے میں اس میں عوام ہی نہیں بلکہ جیّد علماء بھی اس میں ملوث ہو چکے ہیں لہٰذا ان مما لک میں عموم بلویٰ کا ظہور ہو چکا کہ اب اگر پہلے ہی قول کے مطابق فتویٰ دیا جائے تو سینکڑوں نہیں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مسلمانوں کی نا صرف نماز جمعہ وعیدین عبث ہو جاتی ہے بلکہ نمازِ ظہر کی قضاء بھی ذمّہ میں لازم ہو جاتی ہے اسکے علاوہ ایک عظیم دینی نقصان یہ بھی ہوگا کہ ان مما لک میں اہل سنّت و جماعت بے شوکت ہو کر رہ جائیں گے جبکہ دوسری جانب بد مذہب فرقے با شوکت نظر آئیں گے بلکہ سادہ لوح سنّی مسلمان جنہیں عقائد کے بارے میں اتنی زیادہ معلومات نہیں ہے نماز جمعہ ادا کرنے کے جذبے کے تحت ان حضرات کے پیچھے نماز ادا

کریں گے ان کی گمراہ کن تقریریں سُن کر خدانخواستہ گمراہی کا شکار ہو جائیں گے چنانچہ اس مصلحت دینی کے تحت کہ امت مسلمہ کے سادہ لوح حضرات فساد کا شکار نہ ہوں ہو جائیں اور عموم بلویٰ کے تحت لاکھوں افراد کی نمازوں کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے دوسرے قول پر فتویٰ دیا جانا بہتر حکمت ہے اگر امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمہ اس زمانے کے احوال ملاحظہ فرماتے تو یقیناً دوسرے ہی قول پر فتویٰ دیتے۔ جسطرح کہ رنگ کی پڑیا کے معاملے میں سابقہ مفتی بہ قول چھوڑ کر امام اعظم کے قول پر فتویٰ دیا۔ آپ فرماتے ہیں

''یہ سب بر بنائے مذہب مفتی بہ تھا اور اصل مذہب کہ شیخینِ مذہب رضی اللہ عنہما کا قول ہے اعنی طهارة الثلث العينى والمطبوخ التمرى و الزبيبى و سائر الاشربة من غير الكرم و نخلة مطلقاً و حلها كلها دون قدر الاسكار۔ ح اشا یہ قول بھی ساقط وباطل نہیں بلکہ بہت باقوت ہے خود اصل مذہب یہی ہے اور یہی جمہور صحابہ کرام حتی کہ اصحاب بدر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے یہی قول امام اعظم ہے عامہ، متون مذہب مثل قدوری وہدایہ ووقایہ وکنز وغرر واصلاح وغیرہا میں اسی پر جزم واقتصار کیا اکابر ائمہ ترجیح وتصحیح مثل امام اجل ابو جعفر طحاوی وامام اجل ابو الحسن کرخی وامام شیخ الاسلام ابو بکر خواہرزادہ وامام اجل صاحب ہدایہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی کو راجح ومختار رکھا بلکہ خود امام محمد نے کتاب الآثار میں اسی پر فتوی دیا اسی کو بہ ناخذ فرمایا۔ علماء مذہب نے بہت کتب معتمدہ میں اسکی تصحیح فرمائی یہانتک کہ اکد الفاظ ترجیح علیہ الفتویٰ سے بھی تذییل آئی۔

﴿فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۵۳، ۵۴﴾

یہی معاملہ نماز جمعہ وعیدین کا بھی ہے کہ ایک تو عموم بلویٰ کا ظہور ہو چکا ہے دیگر یہ کہ اگر اہلسنت جمعہ کی جماعت نہ کرائیں گے تو بد مذہب فرقے غالب ہی ہوتے چلے جائیں گے کیونکہ انہوں نے یہ کام بہت پہلے ہی شروع کر دیا ہے لہٰذا امتِ مسلمہ کو بد مذہبوں کے چنگل سے بچانے کا یہی راستہ ہے کہ ائمہ اہلسنت انہیں جمعہ وعیدین پڑھائیں تاکہ وہ بد مذہبوں کی صحبت سے دور رہیں اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

''ایک روایت نادرہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے یہ آئی ہے کہ جس آبادی میں اتنے مسلمان مرد عاقل بالغ ایسے تندرست جن پر جمعہ فرض ہو سکے آباد ہوں کہ اگر وہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد

میں جمع ہوں تو نہ سماسکیں یہاںتک کہ انہیں جمعہ کے لئے مسجد جامع بنانی پڑے وہ صحتِ جمعہ کے لئے شہر سمجھی جائیگی

﴿فتاوی رضویہ ج ۳ص ۷۰۲﴾

مزید فرماتے ہیں:

''دیہات میں نماز جمعہ وعیدین مذہبِ حنفی میں جائز نہیں مگر جہاں ہوتا ہے اُسے بند کرنا جاہل کا کام ہے۔''

﴿فتاوی رضویہ ج ۳ص ۷۵۲﴾

تو اعلٰحضرت علیہ الرحمہ کے اقوال سے معلوم ہوا کہ دیہات میں جمعہ وعیدین ہوجاتی ہیں بلکہ ان دیہاتوں میں جہاں جمعہ پہلے سے شروع ہوا ہو بند کرنے والے پر سختی فرمائی اور اسے جاہل فرمایا۔

اور دوسری طرف یہ بھی کہ دیہاتوں کی طرف اکثر طور پر بدمذہبوں کے ٹولے رخ کرتے ہیں اور وہ لوگ جو کہ عقائد سے بہرا ور نہیں ہوتے دھڑا دھڑ ان کے ساتھ ہوجاتے ہیں لہٰذا امت کو فساد سے بچانے کا یہی ایک راستہ ہے ۔ اسی طرح کا ایک واقعہ سرحد کے ایک اسلامی بھائی نے بتایا کہ تبلیغی جماعت کے وفود دیہاتوں میں آتے ہیں اور جمعہ وعیدین قائم کرتے ہیں جس کی وجہ سے پورے کے پورے گاؤں ان کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔جس کے نتیجہ میں رفتہ رفتہ بہت سے لوگ بدعقیدگی کا شکار ہوجاتے ہیں اور سنّی حضرات دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں۔فقہی اعتبار سے امت کی مصلحت کے لئے یا اس کو فساد سے بچانے کے لیئے فتوے کو تبدیل کرنا جائزہ اور عقیدے کے فساد سے بڑھ کر کوئی فساد نہیں ہے۔

چنانچہ فقہی اصولوں کے مطابق ہمارے زمانے میں بلاد کفار اور دیہات وغیرہ میں نماز جمعہ کے قیام کے جواز میں فتویٰ دیا جانا چاہئے۔نوٹ:ممکن ہے کہ بعض افراد یہ اعتراض کریں کہ عبادات میں عمومِ بلویٰ معتبر نہیں ہے تو اسکے جواب میں منیۃ المصلی زلۃ القاری اور علامہ حلبی علیہ الرحمہ کی کتاب حلبی کبیر اس پر شاہد ہے کہ عبادات میں عمومِ بلوی معتبر ہے۔ واللہ و رسولہٗ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــہ : محمد ابوبکر صدیق عطاری